فکرونظر......... اسلام آباد جلد: ۴۲، ۴۳ شمارہ: ۴، ۱

باب الاسلام سندھ کے محدّثین

محمد رمضان مُہیری ☆

نظرثانی واضافات: ڈاکٹر عبدالحی ابڑو ☆☆

سرزمینِ سندھ وہ خوش قسمت خطّہ ہے جسے قدرت نے باب الاسلام ہونے کا لازوال شرف بخشا ہے۔ یہاں کے نامور محدّثین، مفسرین، فقہاء، موَرخین اور صلحاء و اولیاے کرام نے دینِ اسلام کی ایسی عظیم خدمت انجام دی کہ یہ روشنی جنوبی ایشیا اور مشرقِ بعید تک پھیل گئی۔

علامہ رشید رضا مصریؒ کی راے ہے کہ علم حدیث کی تعلیم و اشاعت میں ہند (اور سندھ) کے اہلِ علم کا کردار سب سے آگے ہے۔ ان کا یہ خیال بھی ہے کہ اگر ہند (اور سندھ کے علماء) علم حدیث کی ترقی و اشاعت کے لئے اس قدر جاں فشانی سے کام نہ لیتے تو یہ علم اب تک ناپید ہو چکا ہوتا[(۱)]۔

سندھ پر عربوں کا پہلا حملہ صحابۂ کرامؓ کے زمانے یعنی ۲۳ھ (مطابق ۶۴۳ء) میں ہوا تھا، لیکن مکمل فتح تابعین کے ابتدائی زمانے میں حاصل ہوئی۔ اس وقت تک اس بات کی کوئی باقاعدہ کوشش نہیں کی گئی تھی کہ دنیا کے مختلف حصوں میں علماء کے پاس احادیث کا جو ذخیرہ منتشر حالت میں ہے اس کو یک جا کر دیا جائے۔ اس ضمن میں حکومتی سطح پر بھی کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا تھا۔ لیکن جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (۹۹ تا ۱۰۱ھ) خلیفہ مقرر ہوئے تو حالات نے نیا موڑ لیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خود ایک ممتاز محدّث تھے، انہوں نے اپنے والیوں کے نام ایک حکم نامہ جاری کیا جس میں علماء کو احادیث جمع اور مرتب کرنے کے سلسلے میں توجہ دلائی گئی تھی جو وقت کی اہم ترین ضرورت تھی۔ خلیفہ کی طرف سے تفویض کردہ اس ذمّہ داری نے حدیث کی تدوین میں ایک نئی روح پھونک دی۔ علماء و محدّثین، احادیثِ نبویؐ کو جو منتشر حالت میں تھیں، یک جا اور مرتب کرنے میں منہمک ہوگئے۔ علمِ حدیث اپنی ترقی کے اسی دور میں سندھ میں داخل ہوا اور سندھ میں اشاعتِ حدیث کے مراکز قائم ہوئے۔ ذیل میں ۴۱ ایسے اہلِ علم کا ذکر کیا جاتا ہے جنھوں نے اسلامی علوم اور بالخصوص

☆ بجاری شریف، کھور واہ، تحصیل گولاڑچی، ضلع بدین۔سندھ

☆☆ مدیر ماہنامہ ''السِند''، اسلام آباد

علمِ حدیث کی اشاعت میں نمایاں حصّہ لیا۔

سندھ کے دورِ اوّل کے علماے حدیث

۱۔ موسیٰ بن یعقوب الثقفی

موسیٰ الثقفی، محمد بن قاسمؒ کے ساتھ سندھ آئے تھے اور محمد بن قاسمؒ نے ان کو 'الور' کا [اَروڑ، قدیم سندھ کا دارالحکومت] قاضی مقرر کیا تھا۔ ثقفی مستقل طور پر سندھ میں آباد ہوگئے تھے اور سُنتِ رسول اللہ ﷺ کے بڑے عالم تھے۔ 'اُچ' میں ان کا خاندان بڑی مدت تک علم و فضل کے حوالے سے مشہور رہا، اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ صدیوں بعد ۶۱۳ھ (مطابق ۱۲۱۶ء) میں اسماعیل بن علی الثقفی، جو ان کی اولاد میں سے تھے، علم و تقویٰ اور فصاحت میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے[۲]۔

۲۔ یزید بن ابی کبشہ السکسکی الدمشقی (م۹۷ھ=۷۱۵ء)

یزید بن ابی کبشہ تابعی تھے۔ انہوں نے ابوالدرداءؓ[۳] اور شُرحبیل بن اوسؓ[۴] سے جو صحابیِ رسولؐ تھے، نیز مروان بن الحکم[۵] سے بہت سی احادیث سماعت کیں۔ ناقدینِ حدیث نے یزید کو ثقہ راوی شمار کیا ہے۔ ان کے شاگردوں میں ابو بشر، الحکم بن عُتبہ، علی بن الاقمر، معاویہ بن قُرّہ المُزنی اور ابراہیم بن عبدالرحمٰن السکسکی مشہور راویانِ حدیث تھے[۶]۔ ان سے مروی احادیث صحیح بخاری[۷]، محمد بن الحسن الشیبانی کی کتاب الآثار اور حاکم نیشاپوری کی المستدرک[۸] میں موجود ہیں۔

سلیمان بن عبدالملک (۹۶ تا ۹۹ھ=۷۱۴ تا ۷۱۷ء) جب خلیفہ ہوئے تو اس نے محمد بن قاسم کو سندھ سے واپس بلا لیا اور ان کی جگہ یزید بن ابی کبشہ کو مقرر کیا، مگر وہ سندھ میں زیادہ دن نہیں رہ سکے اور یہاں پہنچنے کے صرف اٹھارہ روز بعد فوت ہوگئے [اور ملک کو انتشار اور بدنظمی کے حوالے کر گئے][۹]۔ [یزید بن ابی کبشہ نے یہاں صرف ایک ہی کارنامہ سرانجام دیا، اور وہ یہ کہ محمد بن قاسم کو (جنہوں نے کوئی مزاحمت نہیں کی) گرفتار کر کے عراق بھجوا دیا]۔

۳۔ المُفضّل بن المُهلّب بن اَبی صُفرہ الازدی (م۱۰۲ھ=۷۲۱ء)

یزید بن عبدالملک (۱۰۱ تا ۱۰۵ھ=۷۲۰ تا ۷۲۴ء) کے عہدِ خلافت میں خراسان کے ایک سابق والی یزید بن المہلّب کے زیرِ سرکردگی ۱۰۲ھ=۷۳۱ء میں عراق میں ایک زبردست بغاوت ہوئی تھی۔ بنو اُمیہ کے خلاف اپنے منصوبوں میں یزید بن المہلّب کو کوفہ اور بصرہ کی تائید حاصل کرنے میں کامیابی

ہوئی اور ابتدا میں اسے نمایاں فتوحات حاصل ہوئیں۔ چنانچہ فارس، اھواز، کرمان اور قندابیل (گنداواہ، سندھ کا حصہ) کے صوبے جن کا سلسلہ دریاے سندھ کے کناروں تک پھیلا ہوا تھا، خلیفہ کے ہاتھ سے نکل گئے اور یزید بن ابی المُہلّب نے یہاں اپنے والی مقرر کیے[۱۰]۔ اس بغاوت کو فرو کرنے کے لیے خلیفہ نے اپنے بھائی مَسلَمہ بن عبدالملک کو روانہ کیا۔ ایک زبردست فیصلہ کن معرکے میں یزید بن المُہلّب اور ان کے بیٹے مارے گئے اور اس خاندان کے بچے کھچے[۱۱] افراد ایک کشتی میں فرار ہوکر قندابیل[۱۲] (موجودہ گنداداہ) پہنچے، جو اس وقت کے سندھ کا ایک شمال مغربی صوبہ تھا[۱۳]۔ لیکن موت ان کے تعاقب میں تھی۔ خلیفہ کا عامل ھلال بن [احوز المازنی] التیمی جب ان لوگوں کا تعاقب کرتا ہوا پہنچا تو قندابیل کے والی وِدّاع بن حمید الأزدي نے، جسے خود یزید بن المہلّب نے اس عہدہ پر مقرر کیا تھا، غداری کی۔ لیکن المُہلّب کے بہادر بیٹوں نے ہتھیار نہیں ڈالے اور بیشتر افراد آخر دم تک لڑتے ہوئے مارے گئے[۱۴]۔

قندابیل میں المہلّب کے جو بیٹے مارے گئے، ان میں المفضّل راویٔ حدیث اور تابعی[۱۵] تھے، اس نے صحابی نعمان بن بشیرؓ[۱۶] سے حدیث روایت کی ہے۔ ان کے بیٹے حاجب [بن المفضّل بن المہلّب]، ثابت [بن اَسلم] البُنانی (م۱۲۷ھ) اور حُریز بن حازم المفضّل سے حدیث روایت کرتے تھے[۱۷]۔ ابن حِبّان اور علم حدیث کے دوسرے ناقدین نے المفضّل کو ثقہ راوی قرار دیا ہے[۱۸]۔ ان سے مروی احادیث سنن ابی ابوداوٗد اور نَسائی میں شامل ہیں[۱۹]۔

محدّثینِ دَیبل

۴۔ علامہ ابوجعفر دَیبلی [مکّی] (م۳۲۲ھ=۹۳۴ء)

دَیبل کے پہلے عالم جو حدیث کی اعلیٰ تعلیم کے لئے بیرون ملک گئے، محمد بن ابراہیم بن عبداللہ الدیبلی تھے، کنیت ابوجعفر ہے۔ انہوں نے مکۂ معظمہ کا سفر کیا اور وہاں کے اس وقت کے مشہور محدثین سے درس لیا۔ ان کے مکہ پہنچنے کی تاریخ کا علم نہیں ہے، البتہ ان ان کے شیوخ کی وفات کی تاریخوں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ تیسری صدی ہجری کی چوتھی دہائی تک یہ تمام شیوخ وفات پا گئے تھے؛ اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ وہ اس سے پہلے مکہ چلے گئے تھے۔

حدیث کے علاوہ ابوجعفر نے ابنِ عُیینہ کی کتاب التفسیر[۲۰] کا درس ان کے شاگرد [سعید بن] عبدالرحمٰن المخزومی (م۲۴۹ھ) اور ابن المبارک کی کتاب ''البرّ والصلۃ'' کا درس ان کے شاگرد حسین

[بن الحسن] المروزی (م۲۴۲ھ) سے لیا[۲۱]۔ انہوں نے مکہ کے ایک محدث محمد بن زنبور، [عبدالحمید] بن صبیح اور دوسرے محدثین سے احادیث روایت کی ہیں۔

ابوجعفر نے علمِ حدیث پر عبور حاصل کیا، جس کے بعد وہ وطن واپس نہیں آئے، بلکہ مکہ میں ہی قیام پذیر ہو کر علمِ حدیث کی خدمت کرتے رہے۔ ابوالحسن احمد بن ابراہیم بن فراس مکی، اور محمد بن ابراہیم المقریٔ (م۳۸۱ھ) نے ابوجعفر سے احادیث روایت کی ہیں، ابوجعفر نے جُمادیٰ الاولیٰ ۳۲۲ھ مطابق اپریل ۹۳۴ء میں مکّہ میں وفات پائی[۲۲]۔

۵۔ ابراہیم بن محمد [بن ابراہیم] دَیبلی (م۳۴۵ھ=۹۵۶ء)

ابراہیم بن محمد ابوجعفر کے بیٹے تھے۔ حدیث کے راوی تھے۔ انہوں نے بغداد کے حافظِ حدیث موسیٰ بن ہارون البزّاز[۲۳] (م۲۹۴ھ) اور مکہ کے محدث محمد بن علی الصائغ [الکبیر] (م۲۹۱ھ) سے احادیث روایت کی ہیں[۲۴]۔

۶۔ احمد بن عبداللہ دَیبلی [نیشاپوری] (م۳۴۳ھ=۹۵۴ء)

احمد بن عبداللہ [بن سعید] ابوالعباس دیبلی، ابوجعفر دَیبلی کے شاگردِ رشید تھے۔ وہ چوتھی صدی ہجری کے محدث تھے، اور دور دور تک سفر کیے[۲۵]۔ ماوراء النہر سے لے کر وادیٔ نیل تک پورے مشرقِ وسطیٰ کا تنہا سفر کر کے انہوں نے ممتاز محدّثین سے احادیث سماعت کیں۔ احمد غالبًا تیسری صدی ہجری کے نصفِ اوّل میں علمِ حدیث کی تحصیل کے لئے سفر پر نکلے اور مکّہ میں اپنے ہم وطن محدّث ابوجعفر دَیبلی (م۳۲۲ھ) سے اَخذِ حدیث کیا جو محدّث کا درجہ حاصل کر چکے تھے۔ نیز مفضّل بن محمد الجَندی[۲۶] (م۳۰۸ھ) سے بھی سماعتِ حدیث کی۔ انہوں نے مصر میں علی بن عبدالرحمٰن اور محمد بن [زبّان] سے، دمشق میں حافظ ابوالحسن احمد بن عمیر بن جوصا (م۳۲۰ھ) سے، بیروت میں ابو عبدالرحمٰن مکحول سے، حرّان میں حافظ ابو عروبہ حسین بن ابی معشر (م۳۱۸ھ) سے، بغداد میں جعفر بن محمد الفِریابی (م ۳۰۵ھ) سے، بصرہ میں ابو خلیفہ القاضی (م ۳۰۵ھ) سے، عسکر مکرم میں عبدان (عبداللہ) بن احمد حافظ الجوالیقی [م ۳۰۶ھ] سے، تُستَر میں احمد بن زہیر التُستَری (م۳۱۲ھ) سے اور نیشاپور میں ابوبکر محمد بن اسحاق بن خُزیمہ (م ۳۱۱ھ) سے احادیث سماعت کیں۔ ان کے علاوہ بھی دوسرے کئی ہم عصر محدّثین سے احادیث سُنیں۔

۳۱۱ھ=۹۲۳ء میں ابن خُزیمہ کی وفات سے قبل احمد بن عبداللہ نیشاپور آ گئے تھے۔ یہاں کی ثقافتی اور مذہبی زندگی، بالخصوص حسن بن یعقوب الحدّادی (م ۳۳۶ھ) کی خانقاہ جہاں صوفیاء اور

زاہدوں کا ہجوم رہا کرتا تھا، انہیں بہت پسند آئی۔(۲۷) نیشاپور پہنچ کر انہوں نے جہاں گردی ختم کر دی اور خانقاہ میں مقیم ہوگئے۔ [وہیں شادی کر لی اور اولاد ہوئی۔ زُہد اور ترکِ دنیا کا طور طریقہ اختیار کیا]۔ صوف (اُون کا کھردرا لباس) پہنتے، اور بسا اوقات برہنہ پا رہتے، روکھی سوکھی کھاتے اور عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے، تاہم انہوں نے علمِ حدیث کی روایت و اشاعت جاری رکھی۔ حاکم نیشاپوری (۳۲۱ تا ۴۱۵ھ) نے کم عمری میں ان سے درسِ حدیث لیا تھا(۲۸)۔

احمد بن عبداللہ نے ۳۴۳ھ مطابق ۹۵۴ء میں نیشاپور میں وفات پائی اور ''الحیرہ'' کے قبرستان میں مدفون ہوئے(۲۹)۔

۷۔ [ابوالعباس] محمد بن محمد بن عبداللہ دَیبلی (م ۳۴۶ھ)

محمد دَیبلی نے بھی علمِ حدیث کی تحصیل کے لیے کئی سفر کیے، تاہم اتنے نہیں، جتنے احمد بن عبداللہ نے کیے تھے۔ محمد دَیبلی نے بصرہ کے [مُسنَدِ وقت ابو خَلیفہ فضل بن حُباب الجُمَحی] (م ۳۰۵ھ)، [اور محمد بن عثمان بن ابی سوید بصری]، فِریاب کے جعفر بن محمد [بن حسن] الفِریابی (م ۳۰۱ھ) عسکرِ مُکرَم کے عبدان بن احمد الجوالیقی (۲۱۰-۳۰۶ھ) اور دیگر محدّثین سے حدیث کا درس لیا۔ وہ [ذریعۂ معاش کے لحاظ سے] ورّاق [تاجر کتب] تھے۔ ابو عبداللہ حاکم نیشاپوری (م ۴۰۵ھ) کے استاد کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔ محمد دیبلی نے ۳۴۶ھ مطابق ۹۵۷ء میں وفات پائی(۳۰)۔

۸۔ [ابوالقاسم] حسن [حسین] بن محمد بن اسد دَیبلی دمشقی (م ۳۵۰ھ)

حسن دَیبلی، ابویعلیٰ مَوصلی (م ۳۰۷ھ) کے شاگرد تھے۔ انہوں نے ۳۴۰ھ=۹۵۹ء میں دمشق میں احادیث کی اشاعت کی۔ حسن کا سلسلۂ اسناد صحابی رسول جابر بن عبداللہؓ (م ۷۸ھ) تک جاتا ہے۔ تمام [بن نجیح الاسدی الدمشقی] نے حسن دیبلی سے درسِ حدیث لیا تھا(۳۱)۔ حسن نے ۳۵۰ھ مطابق ۹۶۱ء میں وفات پائی۔

۹۔ خَلَف بن محمد [موازینی] دَیبلی بغدادی (م ۳۶۰ھ)

خلف نے اپنے ہی شہر دیبل میں علی بن موسیٰ دَیبلی سے حدیث کی تعلیم حاصل کی، بعد میں بغداد چلے گئے اور وہاں حدیث کا درس دیتے تھے۔ بغداد کے ابوالحسین بن الجُندی (۳۰۶-۳۹۶ھ) اور احمد بن عمیر نے خَلَف بن محمد سے حدیث کا درس لیا تھا(۳۲)۔ خلف نے ۳۶۰ھ میں وفات پائی۔

۱۰۔ [ابوبکر] احمد بن محمد بن ہارون [حربی] دَیبلی رازی (۲۷۵-۳۷۰ھ)

احمد بن محمد، کنیت ابوبکر تھی، ۲۷۵ھ مطابق ۸۸۸ء میں دیبل میں پیدا ہوئے۔ ہجرت کر کے ''رَیّ'' چلے گئے اور 'الرازیؒ' کے نام سے معروف ہوئے، بعد میں انہوں نے 'حربیہٗ' میں، جو بغداد کا نواحی علاقہ تھا، مستقل سکونت اختیار کر لی اور اسی نسبت سے 'الحربیؒ' کہلائے جانے لگے۔ بغداد میں ابوبکر نے جعفر بن محمد الفِریابی (م ۳۰۱ھ) اور [ابراہیم] بن شریک الکوفی سے حدیث کا درس لیا۔ راویٔ حدیث ہونے کے علاوہ ابوبکر فنِ قراء ت سے بھی بخوبی واقف تھے [قرآن کی تعلیم حسنون بن ھیثم دُوری سے امام عاصم کی قراء ت پر حاصل کی]۔ احمد بن علی البادا (م ۴۲۰ھ) ابو [یعلیٰ] بن دوما [النعال] (۳۴۶-۴۳۱ھ) اور قاضی ابوالعلاء [محمد بن یعقوب] واسطی (م ۴۳۱ھ) ان کے شاگرد تھے۔ ابوبکر نے [۲۳-رجب] ۳۷۰ھ مطابق ۹۸۰ء کو وفات پائی(۳۳)۔

۱۱۔ [ابو محمد] حسن بن حامد دَیبلی [بغدادی] (م ۴۰۷ھ)

حسن بن حامد دیبل کے باشندہ تھے۔ اپنے ہم وطن محدثین کے برعکس، انہوں نے بحیثیت تاجر بیرونِ ملک سفر کیا اور بغداد میں سکونت اختیار کر لی۔ تجارت سے انہوں نے وافر دولت کمائی اور بغداد کے معززینِ شہر میں شمار کیے جانے لگے، جس کا ثبوت اس واقعہ سے بھی ملتا ہے کہ مشہور شاعر المتنبی (م۳۵۴ھ) جب بغداد گیا تو حسن کا مہمان ہوا۔ حسن میں ایک عالم اور کامیاب تاجر کے اوصاف یک جا دیکھ کر متنبی بہت متأثر ہوا اور کہنے لگا کہ ''لوکنت مادحًا تاجراً لمدحتک!'' (اگر میں کسی تاجر کی تعریف کرتا تو اپنے اشعار میں آپ کی تعریف ضرور کرتا)(۳۴)۔ حسن انسان دوست تھے، انہوں نے درب الزعفرانی بغداد میں غرباء کے لیے ایک سرائے خانہ یا محتاج خانہ تعمیر کروایا تھا جو ''خان ابنِ حامد'' کے نام سے معروف اور ان ہی کی طرف منسوب تھا(۳۵)۔ تجارت کے ساتھ ساتھ وہ ثقافتی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیتے رہے۔ انہوں نے علمِ حدیث علی بن محمد بن سعید الموصلی (م۳۵۹ھ)، محمد [بن الحسن] النقاش (م ۳۵۱ھ) اور ابوعلی [الصوماری] (م ۳۶۰ھ) سے حاصل کیا۔ ان کو حدیث سے اس قدر دلی لگاؤ تھا کہ حدیث روایت کرتے ہوئے اشک بار ہو جاتے(۳۶)۔ علمِ حدیث میں ان کی مہارت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ وہ اس کا درس دینے کے لیے مصر اور دمشق گئے تھے۔ حسن شاعر اور ادیب بھی تھے۔ انہوں نے ۴۰۷ھ مطابق ۱۰۱۶ء میں مصر میں وفات پائی(۳۷)۔

۱۲۔ ابوالقاسم شعیب بن محمد بن احمد دَیبلی [مصری] (م ۴۰۰ھ)

ابوالقاسم [ابن] ابی قطعان کی کنیت سے مشہور ہیں۔ انہوں نے دَیبل سے مصر جا کر حدیث کا حلقۂ درس قائم کیا تھا۔ ابو سعید بن یونس نے ابن ابی قطعان سے وہیں حدیث کا املاء لیا۔ ابوالقاسم نے ۴۰۰ھ مطابق ۱۰۰۹ء میں وفات پائی(۳۸)۔

دیگر شہروں کے محدّثین

۱۳۔ قاضی احمد بن محمد بن صالح منصوری [تمیمی، داوٗدی]

ابوالعباس احمد بن محمد بن صالح منصوری نے فارس میں ابوالعباس بن الاثرم (م ۳۳۶ھ) سے اور بصرہ میں ابوروق احمد الحضرانی (م ۳۳۳ھ)(۳۹) سے حدیث کی تعلیم حاصل کی، پھر وہ مغربی اَرّجان کے قاضی بنائے گئے(۴۰)۔ ۳۰۶ھ مطابق ۹۷۰ء میں جب وہ بخارا گئے تو حاکم نیشاپوری (م ۴۰۵ھ) نے ان سے حدیث کا درس لیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت تک احمد منصوری محدّث کی حیثیت سے خاصے مشہور ہو چکے تھے۔ چوتھی صدی ہجری کی آٹھویں دہائی میں جب [احسن التقاسیم کا مؤلف] المقدسی منصورہ آیا تھا تو اس نے منصوری کو اپنے قائم کردہ حلقہ میں حدیث کا درس دیتے ہوئے دیکھا تھا(۴۱)۔ منصوری ظاہری مکتبۂ فکر کے ممتاز عالم اور مصنف تھے۔ انہوں نے [داوٗدی یا ظاہری فقہ کے حوالے سے] کئی ضخیم علمی کتابیں مرتب کیں، جن میں سے کتاب المصباح الکبیر، کتاب الهادی اور کتاب النیّر کا تذکرہ ابن ندیم نے اپنی الفهرست میں کیا ہے(۴۲)۔ ان کو داوٗدی ظاہری مکتبۂ فکر کے امام کا مرتبہ حاصل تھا(۴۳)۔

۱۴۔ [ابو محمد] عبداللہ بن جعفر بن مُرّہ منصوری (م ۳۹۰ھ)

منصورہ کے کئی دیگر محدثین کی طرح عبداللہ بن جعفر بھی حسن بن مکرّم [اور ان کے دیگر ہم عصر اہلِ علم] کے شاگرد تھے۔ وہ حاکم نیشاپوری کے استاد کی حیثیت سے مشہور ہوئے، اس لیے یہ یقیناً چوتھی صدی ہجری کے محدّث تھے۔ یہ سیاہ فام تھے(۴۴)۔

۱۵۔ محمد اکرم بن عبدالرحمٰن حنفی سندھی (م ۱۱۳۰ھ)

محمد اکرم، نصر پور سندھ کے، بارہویں صدی ہجری کے نامور محدّث اور فقیہ تھے، انہوں نے حافظ ابن حجرؒ کی نخبة الفکر کی ایک جامع شرح لکھی، جس کا نام امعان النظر فی توضیح نخبة الفکر ہے،

جو شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدر آباد سے چھپ چکی ہے۔

۱۶۔ قاضی عبداللہ بن ابراہیم [عمری] (م ۹۵۵ھ=۱۵۴۸ء)

قاضی عبداللہ، دربیلہ سندھ کے باشندہ تھے، انہوں نے مخدوم عبدالعزیز ابہری [شارحِ مشکاۃ] سے تعلیم حاصل کی۔ ۹۳۴ھ مطابق ۱۵۲۷ء میں سندھ سے احمد آباد آگئے اور شیخ علی متقی سے شرفِ تلمذ حاصل کیا، اور انہی کے ساتھ حجاز چلے گئے اور مدینہ منوّرہ میں سکونت اختیار کر لی، جہاں دو سال بعد ہی ان کا انتقال ہوگیا(۴۵)۔

۱۷۔ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ سندھی (م ۹۹۳ھ)

شیخ رحمت اللہ، مکّہ معظمہ میں شیخ علی متقی سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد مدینہ منورہ چلے گئے اور وہاں حدیث کا درس دینے لگے۔ ۹۸۲ھ مطابق ۱۵۷۴ء میں حاجی بیگم کے ساتھ جو حج کے لیے مکّہ معظمہ گئی تھیں، رحمت اللہ ہندوستان آئے اور آگرہ گئے، جہاں ''منتخب التواریخ'' کے مصنف عبدالقادر بدایونی نے ان سے حدیث کا درس لیا۔ اس کے بعد وہ کچھ عرصہ تک احمد آباد میں حدیث کا درس دیتے رہے، پھر مکّہ واپس آگئے اور محرم الحرام ۹۹۳ھ مطابق ۱۵۸۵ء میں وفات پائی۔ شیخ رحمت اللہ نے موضوعات (موضوع احادیث) پر ایک کتاب لکھی تھی جو اب دستیاب نہیں ہے(۴۶)۔

۱۸۔ عبداللہ بن سعد اللہ [متقی] سندھی (۹۸۴ھ)

شیخ عبداللہ، دربیلہ کے باشندہ تھے [اپنے ہم نام اور ہم وطن قاضی عبداللہ بن ابراہیم کے ساتھ گجرات کا سفر کیا] اور اپنے استاد علی متقی کے ساتھ ہجرت کر کے مکّہ معظّمہ چلے گئے، جہاں انہوں نے ابنِ حجر مکّی سے حدیث کا درس لیا اور قاضی عبداللہ کے ساتھ مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کر لی اور ان کے بیٹے رحمت اللہ سے ان کے بہت دوستانہ مراسم ہوگئے، [جن کی معیّت میں واپس گجرات آئے اور کچھ عرصہ یہاں درس و تدریس کا کام کرتے رہے، پھر دوبارہ مکۂ مکرمہ چلے گئے] اور ذوالحج ۹۸۴ھ مطابق مارچ ۱۵۷۷ء میں وہیں وفات پائی۔ شیخ عبداللہ [علومِ تفسیر و حدیث میں اپنے عہد میں یکتاے روزگار تھے]، انہوں نے تفصیلی حواشی کے ساتھ مشکاۃ المصابیح مرتب کی تھی(۴۷)۔

۱۹۔ ابوالحسن سندھی [کبیر] (م ۱۱۳۸ھ)

ابوالحسن نور الدین محمد بن عبدالهادی حنفی سندھی، ٹھٹہ کے باشندہ تھے۔ ٹھٹہ، تُستر اور مدینہ منوّرہ میں تعلیم حاصل کی۔ انہوں نے علم حدیث کا درس دو مدنی محدّثین سید محمد برزنجی (۱۰۴۰-۱۱۰۲ھ) اور

ابراہیم [بن حسن کورانی] کردی (۱۰۲۵-۱۱۰۲ھ) سے لیا۔ ابوالحسن نے مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کر لی تھی اور دارالشفا میں، جو اس وقت شہر میں علم حدیث کی مشہور درس گاہ تھی، بطور استاد مقرر کیے گئے تھے۔ ابوالحسن ممتاز شارِح حدیث تھے۔ انہوں نے صحاح سِتہ پر جو حواشی لکھے ہیں، ان سے واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے علمِ حدیث کا کس قدر وسیع اور غائر مطالعہ کیا تھا اور فقہی مسائل پر ان کی نظر کتنی گہری تھی۔ اس کے علاوہ وہ پہلے محدّث ہیں جنہوں نے امام احمد بن حنبلؒ کی مسند پر حاشیہ لکھا [نیز ہدایہ کی شرح ''فتح القدیر'' (کتاب النکاح تک)، ابن قاسم کی ''الآیات البینات'' (اصول فقہ) پر حواشی اور امام نوویؒ کی ''الاذکار'' اور ''نخبۃ الفکر'' کی شرحیں لکھیں]۔ ابوالحسن نے ۱۲-شوال ۱۱۳۸ھ مطابق جون ۱۷۲۶ء کو وفات پائی اور البقیع، مدینہ منورہ میں دفن کیے گئے(۴۸)۔

۲۰۔ شیخ محمد حیات سندھی (م۱۱۶۳ھ)

شیخ محمد حیات سندھی، علامہ ابوالحسن سندھی کی وفات کے بعد ان کی جگہ دارالشفا کے صدر معلم مقرر ہوئے اور اپنی تمام عمر علمِ حدیث کی خدمت میں صَرف کر دی۔ انہوں نے عبداللہ بن سالم بصری (م۱۱۳۴ھ) [ابو طاہر محمد بن ابراہیم کردی کورانی] (م۱۱۴۵ھ) اور حسین بن علی عجیمی سے اجازہ حاصل کیا تھا۔ شیخ محمد حیات کا آبائی وطن عادل پور ضلع سکھر تھا، انہوں نے ۱۱۶۳ھ مطابق ۱۷۵۰ء میں مدینہ منورہ میں وفات پائی(۴۹)۔ [آپ کے ممتاز شاگردوں میں شیخ محمد بن عبدالوہاب تمیمی نجدی (۱۱۱۵ھ-۱۲۰۶ھ) اور حسان الہند سیّد غلام علی آزاد بلگرامی (۱۱۱۶ھ-۱۱۹۴ھ) شامل ہیں]۔

آپ کی درج ذیل تصانیف مشہور ہیں:

۱۔ تحفۃ المحبّین (شرح اربعین نووی)، شرح حلیۃ الانوار (حلیہ مبارک کا بیان)، شرح الترغیب والترہیب للمنذری، تحفۃ الانام فی العمل بحدیث النبی علیہ الصلاۃ والسلام، الایقاف علی سبب الاختلاف، الجُنّۃ فی عقیدۃ اہل السُّنّۃ، ردِّ بدعاتِ تعزیہ (مخدوم محمد معین ٹھٹوی کے جواب میں)(۵۰)۔

۲۱۔ شیخ ابوالطیّب سندھی (بارہویں صدی ہجری)

ابوالطیّب محمد بن عبدالقادر حنفی سندھی، نے [سندھ سے ہجرت کر کے] مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ [آپ شیخ ابوالحسن سندھی کبیر (ت ۱۱۳۸ھ) کے معاصر ہیں]۔ انہوں نے حسین بن علی عجیمی سے صحاح ستہ اور سنن کا درس لیا تھا۔ نیز [ابو] طاہر [محمد] بن ابراہیم کردی [کورانی] اور محمد [سعید] کوکنی [قرشی نقشبندی] سے بھی تحصیلِ علم کی تھی۔ ابوالطیّب کا زمانہ بارہویں صدی ہجری ہے(۵۱)۔

آپ کی عربی تصانیف میں جامع ترمذی کی شرح [اور الدّرالمختار کی شرح ''قُرّۃ الانظار''] مشہور ہیں۔

[۲۲۔ شیخ محمد عابد سندھی انصاری (تقریباً ۱۱۹۰ھ-م۱۲۵۷ھ)

شیخ محمد عابد بن شیخ الاسلام احمد علی بن محمد مراد بن حافظ یعقوب بن محمود انصاری خزرجی۔ آپ کی ولادت سیوہن میں ہوئی۔ بچپن میں ہی اپنے والد، دادا اور چچا کے ساتھ ہجرت کر کے حجازِ مقدس آ گئے اور جدّہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ والد (م۱۲۰۲ھ) اور دادا (م ۱۱۹۸ھ) کی وفات کے بعد اپنے چچا محمد حسین انصاری (م ۱۲۱۱ھ حُدیدہ، یمن) کے ساتھ یمن چلے گئے جہاں تیس سال ٹھہرے۔ طبابت، سفارت اور درس و تدریس کے علاوہ ''زَبید'' میں منصبِ قضاء پر بھی فائز رہے اور یمن کے امام اور صنعاء کے حاکم المنصور کی بیٹی کے ساتھ شادی ہوئی اور وہاں سرد و گرم حالات دیکھے۔ عمر کا آخری چوتھائی حصہ مدینہ منوّرہ میں ''رئیس العلماء'' کے طور پر تفسیر و حدیث اور فقہ و اصول کی تدریس اور تألیف میں گزار کر ۱۲۵۷ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اور بقیع کے قبرستان میں آسودۂ خاک ہوئے۔

شیخ محمد عابدؒ نے تفسیر، حدیث اور فقہ میں بہت وقیع تألیفات یادگار چھوڑی ہیں، ان میں سے کچھ نمایاں درج ذیل ہیں:

۱۔ **شرح تفسیر بیضاوی**: یہ باریک خط کے ۸۶۸ صفحات پر مشتمل سورۃ المائدۃ، الانعام اور الأعراف کی تفسیر ہے۔

۲۔ **مِنحة الباری فی جمع روایات صحیح البخاری**: اس کتاب میں صحیح بخاری کی مکرّر روایات اور ایک ہی روایت کے کئی مقامات پر بکھرے ہوئے حصوں کو ایک ہی جگہ جمع کیا گیا ہے۔

۳۔ **ترتیب مسند الامام ابی حنیفة بروایة الحصکفی**: مسند ابو حنیفہ کی فقہی ابواب کے طرز پر ترتیب۔

۴۔ **المواهب اللطیفة فی شرح مسند الامام أبی حنیفه**: یہ کتاب مذکورہ بالا (نمبر۳) کی انتہائی مفصّل شرح ہے، جو تقریباً ۲۰۰۰ صفحات پر مشتمل ہے، جدید اندازِ طباعت کے سات جلد ہوں گے۔ احادیث پر روایت و درایت دونوں طرح سے تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ احادیثِ احکام کی شرح کے حوالے سے یہ بے نظیر کتاب ہے۔

۶،۵۔ مسند الامام الشافعی: أبو العباس محمد بن یعقوب الاصمّ (۲۴۷ھ-۳۴۶ھ) نے امام شافعیؒ کی مرویات کا ایک مجموعہ تیار کیا تھا، شیخ محمد عابد نے اسے فقہی ابواب کے مطابق ترتیب دیا اور اپنی ایک اور کتاب "معتمد الالمعیّ المهذّب فی حلّ مسند الامام الشافعی المرتّب" میں اس کے تین چوتھائی حصے کی "المواهب اللطیفة" کے طرز پر عمدہ شرح لکھی۔

۷۔ شرح تیسیر الوصول: یہ ابن اثیر (م ۶۰۶ھ) کی مشہور کتاب "جامع الاصول" کے اختصار و انتخاب کی شرح ہے جو امام ابن الدّیبع شیبانی عبدالرحمٰن بن علی زَبیدی شافعی (م ۹۴۴ھ) نے تیار کیا تھا۔ شیخ محمد عابد نے کتاب کے ایک چوتھائی حصے تک کی شرح مکمل کی تھی، جو ۱۵۸۳ احادیث پر مشتمل ہے۔

۸۔ شرح بلوغ المرام من أحادیث الاحکام.

۹۔ شرح ألفیة السیوطی فی المصطلح.

۱۰۔ حصر الشارد من أسانید محمد عابد: اس کتاب میں تفسیر، حدیث، فقہ، صرف و نحو، بلاغت اور بیان و معانی اور منطق و طبّ کی ۱۳۰۰ معتبر کتب کے، ان کے مؤلفین تک اسنادی سلسلوں کو بیان کیا گیا ہے۔ کتاب کی اہمیت اور منفرد حیثیت کی بنا پر اسے اہل علم کے ہاں بے مثال قبولیت حاصل ہوئی۔

۱۱۔ طوالع الانوار شرح الدرّ المختار: یہ حنفی فقہ کی مشہور کتاب "الدرّالمختار" کی مفصل شرح ہے جو ۱۶ جلدوں اور دس ہزار اوراق (بیس ہزار صفحات) پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس کا ایک مکمل نسخہ مکتبہ ازہریہ قاہرہ میں موجود ہے۔ ایک اور مکمل نسخہ کتب خانہ توپ کاپی سرائے محل ترکی میں بھی موجود ہے۔ کئی اہلِ علم نے اسے شامیؒ کی شرح ردّالمختار پر ترجیح دی ہے]۔ (۵۲)

سندھ سے باہر سندھی محدّث

۲۳۔ ابو معشر نَجیح بن عبدالرحمٰن سندھی مدنی (م ۱۷۰ھ=۷۸۶ء)

نجیح بن عبدالرحمٰن سندھی، ابو معشر کے لقب سے مشہور ہیں۔ ان کا آبائی وطن سندھ تھا (۵۳) [دوسری صدی ہجری میں] وہ بچپن میں سندھ سے جنگی قیدیوں کے ساتھ لائے گئے اور مدینہ منورہ میں انہیں بنومخزوم قبیلے کی ایک عورت کے ہاتھ فروخت کر دیا گیا۔ [متعدد خاندانوں میں بطورِ غلام رہے،

لیکن ہر جگہ علمی چشمے سے برابر سیراب ہوتے رہے]۔ مدینہ کے ممتاز تابعین مثلاً نافع (م۱۱۷ھ)، محمد بن کعب القُرظی (م۱۰۸ھ)، محمد بن المنکدر (۱۳۰ھ)، سعید المقبری (۱۲۵ھ) اور ہشام بن عُروہ (م۱۴۶ھ)...... سے اکتسابِ فیض کیا اورعلمِ حدیث اور بالخصوص مَغازی میں بڑی مہارت حاصل کی اور اس پر سند شمار کیے جانے لگے(۵۴)۔

ابو معشر نے جلد ہی اپنی قیمت ادا کر کے آزادی حاصل کر لی اور مدینہ منورہ میں اپنا ایک علمی حلقہ قائم کر لیا، جہاں وہ حدیث، مغازی اور فقہ کا درس دیا کرتے تھے۔ ان کے شاگردوں میں، جنہوں نے ان سے احادیث روایت کی ہیں، خود ان کے بیٹے محمد بن ابی معشر، سفیان ثوری، لیث بن سعد، ھُشیم، ابن مہدی، وکیع، سعید بن منصور اور واقدی خاص طور پر قابل ذکر ہیں(۵۵)۔

دوسری صدی ہجری کے وسط تک ابو معشر بحیثیتِ عالم بہت مشہور ہو گئے تھے۔ چنانچہ (۱۶۰ھ=۷۷۶ء) میں خلیفہ مہدی (۱۵۸-۱۶۹ھ) جب مکہ معظمہ گئے تو ابو معشر کے علم و فضل کا اعتراف کیا، ایک ہزار دینار پیش کیے اور ان کو دعوت دی کہ وہ بغداد میں سکونت اختیار کرلیں اور شہزادوں کو تعلیم دیں؛ چنانچہ ۱۶۱ھ میں ابو معشر مدینہ منورہ سے بغداد چلے گئے(۵۶)۔

عباسی خلفاء کے دربار میں جو علماء تھے، ان میں ابو معشر کو بہت ممتاز مقام حاصل تھا(۵۷)۔ چنانچہ رمضان ۱۷۰ھ=۷۸۶ء میں جب انہوں نے وفات پائی تو ان کی نماز جنازہ خلیفہ ہارون الرشید نے خود پڑھائی [بغداد کے مقبرۂ کبیر میں دفن ہوئے]۔ ابو معشر فربہ جسم اور سانولے رنگ کے تھے۔ ان کی زبان میں کچھ لکنت تھی اور [عجمی ہونے کے باعث] بعض الفاظ کا صحیح تلفظ ادا نہ کر سکتے تھے چنانچہ ''کعب'' کو ''قعب'' کہتے تھے۔ ابو معشر کی سند سے روایت کی ہوئی احادیث چاروں سُنن میں موجود ہیں، [آخر عمر میں ان کا حافظہ کمزور ہو گیا تھا](۵۸)۔

۲۴۔ [ابو عبدالملک] محمد بن [نجیح] ابی معشر سندھی [مدنی، بغدادی] (۱۴۸ھ-۲۴۷ھ یا ۲۴۴ھ)

ابو معشر نجیح کے فرزند محمد ۱۴۸ھ=۷۶۵ء میں مدینہ منوّرہ میں پیدا ہوئے اور بچپن میں مشہور محدّث عبدالرحمٰن بن ابی ذئب (م۱۵۰ھ) سے تعلیم حاصل کی۔ محمد مدینہ منورہ میں زیادہ عرصہ نہ رہ سکے، کیونکہ نوجوانی ہی میں ان کو [خلیفہ مہدی عباسی کی خواہش پر] اپنے والد کے ساتھ ۱۶۱ھ مطابق ۷۷۷ء میں بغداد جانا پڑا۔ چنانچہ وہ مدینہ کے دیگر علماء خصوصاً مالک بن انسؒ (م۱۷۹ھ) سے علمی استفادہ نہ کر سکے۔

محمد ایک عالم باپ کے عالم بیٹے تھے، اپنے باپ کے علم وفضل کے امین بن گئے۔ ان سے علم حاصل کرنے کے لیے طلبہ اور مستقبل کے محدّث اور مؤرخ بغداد آنے لگے۔ ابو عیسیٰ ترمذی (م۲۷۹ھ)، ابو حاتم رازی (م۲۷۷ھ)، ابن ابی الدنیا(م۲۸۸ھ) اور طبری(م۳۱۰ھ) ان کے اتنے مشہور شاگرد ہیں کہ علمِ حدیث اور تاریخِ اسلام سے شغف رکھنے والوں کے لیے کسی تعارف کے محتاج نہیں۔

محمد، ایک مستند راویٔ حدیث ہیں اور ابن حِبّان نے 'کتاب الثقات' میں ان کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے وقتاً فوقتاً اپنے والد سے جو احادیث سنیں وہ کئی کتابوں میں جمع کرتے رہے، جن سے ان کے زمانے میں علماء نے فائدہ اٹھایا۔ محمد بن ابی معشر نے ۲۴۷ھ[۲۴۴ھ]=۸۶۱ء میں ۹۹ سال کی عمر میں وفات پائی۔ معشر سے جامع الترمذی میں احادیث مروی ہیں(۵۹)۔

۲۵۔ حسین بن محمد بن ابی معشر نجیح سندھی بغدادی (م۲۷۵ھ)

حسین نے اپنے اساتذہ میں اپنے والد محمد بن ابی معشر[۲۴۴ھ]، وکیع بن جراح (م۱۹۷ھ) اور محمد بن ربیعہ (م۱۹۹ھ) کا ذکر کیا ہے، وہ صاحبِ وکیع یعنی شاگردِ وکیع کے نام سے معروف تھے۔ حسین بن محمد نے روایت علمِ حدیث کا درس دینے میں اپنے خاندان کی روایت کو ایک حد تک برقرار رکھا۔ بعد میں بغداد چھوڑ کر خراسان چلے گئے، جہاں انہوں نے [۹] رجب ۲۷۵ھ مطابق ۸۸۸ء کو وفات پائی(۶۰)۔

۲۶۔ [ابو سلیمان] داؤد بن محمد [بن ابی معشر نجیح سندھی بغدادی] (م۲۸۰ھ)

داؤد نے اپنے والد محمد [۲۴۴ھ] کی سند سے اپنے دادا ابو معشر کی کتاب المغازی روایت کی ہے۔ احمد بن کامل قاضی بغداد ان کے شاگرد تھے، تاہم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ داؤد نے ثقافتی سرگرمیوں میں سرگرم حصہ نہیں لیا۔ ان کی تاریخِ وفات دست یاب نہیں(۶۱)۔ اندازاً ۲۸۰ھ بیان کی گئی ہے۔

۲۷۔ قاسم بن عباس معشری (م۲۷۸ھ)

قاسم، خانوادۂ ابو معشر کے غالباً آخری ممتاز عالم تھے، وہ محدّث بھی تھے اور فقیہ بھی اور تصوّف سے بھی شغف رکھتے تھے۔ قاسم، ابو معشر کے نواسے تھے اور معشری کے لقب سے مشہور ہوئے۔ انہوں نے ابوالولید طیالسی (م۲۷۷ھ)، مسدّد (م۲۲۸ھ) اور دیگر علماء سے تعلیم حاصل کی۔ خطیب

بغدادی (م۱۰۷۰ء) کا بیان ہے کہ قاسم کو علمِ حدیث، تصوّف اور فقہ میں بلند مقام حاصل تھا اور بہت عمر رسیدہ ہو جانے کے باوجود ان کی صحت پہلے کی طرح اچھی رہی۔ قاسم ثقہ راویٔ حدیث تھے اور بقول دارقطنی (م۳۸۵ھ) ان پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

احمد بن کامل قاضی بغداد، ابوبکر شافعی اور ابو عامر بن سماک نے قاسم کی سند سے احادیث روایت کی ہیں۔ قاسم نے جمعہ ۲-شوال ۲۷۸ھ مطابق جنوری ۸۹۲ء کو وفات پائی[۶۲]۔

۲۸۔ خَلَف بن سالم سندھی [بغدادی] مُخرّمی (۱۶۲ھ-۲۳۱ھ)

خَلَف بن سالم سندھی مُخرّمی مُہالبہ [آلِ مُہلَّب] کے مولیٰ اور سندھی نژاد تھے۔ وہ بغداد کے مشہور محلے مُخرّم کے رہائشی تھے، اس لیے مُخرّمی کہلائے۔ خَلَف بن سالم نے ۲۳-رمضان المبارک ۲۳۱ھ مطابق ۸۴۵ء کو بغداد میں وفات پائی[۶۳]۔

خَلَف سربرآوردہ حفّاظِ بغداد میں شمار کیے جاتے تھے[۶۴]، ان کا حلقہ اہلِ علم اور محدّثین کا مرجع تھا جو ان کے درس میں شریک ہوتے اور ان سے سنی ہوئی احادیث لکھ لیا کرتے تھے[۶۵]۔ ان کے شاگردوں میں [حاتم بن لیث، ابوداوٗد]، یعقوب بن شیبہ (م ۲۶۱ھ) احمد بن ابی خیثمہ (م۲۷۸ھ)، احمد بن علی مروزی (م۲۹۸ھ)، عباس دوری (م۲۷۱ھ) اور اسماعیل بن [ابی] حارث (م۲۵۳ھ) [اور جعفر طیالسی] مشہور محدث تھے[۶۶]۔ خَلَف سے مروی کئی احادیث سنن نسائی میں شامل ہیں[۶۷]۔

۲۹۔ رجاء بن سندی نیشاپوری (۲۲۱ھ)

رجاء [بن السندی النیسابوری، ابو محمد الاسفرائینی] تیسری صدی ہجری کے محدّث تھے، وہ بنو حنظلہ کے ایک ہندی مولیٰ کے بیٹے تھے اور اسی نسبت سے حنظلی کہلائے[۶۸]۔ انہوں نے نیشاپور کے ایک شمالی ضلع اسفرائین میں سکونت اختیار کرلی تھی، اس لیے اسفرائینی کی نسبت سے بھی مشہور ہوئے[۶۹]۔

خراسان میں رجاء نے مشہور محدّث عبداللہ بن مبارک مَروزی (م۱۸۱ھ) سے حدیث کا درس لیا۔ انہوں نے تعلیمی زندگی کا بیشتر حصہ کوفہ میں گزارا۔ جہاں انہوں نے ابن ادریس (م۱۹۲ھ)، ابوبکر بن عیاش (م۱۹۳ھ)، حفص بن غیاث (م۱۹۴ھ) اور سفیان بن عیینہ (م۱۹۸ھ) جیسے مشہور محدّثین سے درس لیا[۷۰]۔

علمِ حدیث میں اچھی دسترس حاصل کرنے کے بعد رجاء اپنے وطن اسفرائین واپس آ گئے اور وہاں سب سے پہلے خود اپنے خاندان کے لوگوں کو حدیث کی تعلیم دینے پر توجہ دی، چنانچہ اس خاندان

میں تیسری صدی ہجری کے دو اور مشہور محدث پیدا ہوگئے؛ یعنی رجاء کے بیٹے اور پوتے۔ رجاء کا گھر بہت جلد طالبانِ علمِ حدیث کا مرجع بن گیا اور اس علم کے شائقین ایک ہندی مولیٰ (غلام) کے بیٹے کے گرد جمع ہونے لگے۔ رجاء کے ہم عصر محدّثین میں سے نامور محدّث احمد بن حنبل (م۲۴۱ھ)، بکر ابن خلف (م۲۴۱ھ) اور ابراہیم بن موسیٰ رازی (م۲۳۱ھ) نے رجاء سے احادیث سماعت کیں اور رجاء کے پوتے محمد بن محمد بن رجاء سندھی (م۲۸۶ھ) اور جعفر بن محمد بن شاکر الصّائغ (م۲۷۹ھ) نے ان سے حدیث کا درس لیا(۷۱)۔

رجاء علمِ حدیث کے اساطین میں سے تھے۔ حدیث کی زبانی اشاعت کرنے میں نمایاں حصہ لیا۔ ایک معتبر اور ثقہ راوی ہونے کے علاوہ رجاء کو عربی الفاظ کے صحیح انتخاب اور استعمال پر بھی بڑی قدرت حاصل تھی۔ بکر بن خلف کا بیان ہے کہ میں نے ان سے زیادہ فصیح و خوش بیاں مقرّر نہیں دیکھا۔ رجاء نے شوال ۲۲۱ھ مطابق ۸۳۷ء میں وفات پائی(۷۲)۔

۳۰۔ محمد بن رجاء سندھی (۲۴۶ھ-۸۶۰ء)

محمد بن رجاء کا لقب ابو عبداللہ تھا، رجاء سندھی کے فرزند تھے۔ ان کی ابتدائی تعلیم کے بارے میں بہت کم معلومات دست یاب ہیں۔ غالبًا اپنے والد سے علم حدیث کی کچھ تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ بلخ چلے گئے تھے جہاں مکی بن ابراہیم (م۲۱۵ھ) [اور النضر بن شُمیل (م۲۰۴ھ)] سے حدیث کا درس لیا اور تعلیم مکمل کرنے کے بعد محمد حج کرنے کے لیے مکۂ معظّمہ گئے اور اس موقع سے فائدہ اٹھا کر مکۂ معظّمہ کے علماء سے احادیث اخذ کیں۔ وطن واپس آتے ہوئے وہ بغداد میں رکے اور کچھ دنوں تک وہاں حدیث کا درس دیا۔ اس دوران میں حافظ ابوبکر بن ابی الدنیا (م۲۸۱ھ) نے، جو محمد کے والد رجاء کے شاگرد تھے، اور احمد بن بشر المرثدی نے ان سے احادیث سماعت کیں(۷۳)۔

اسفرائین میں [ابو عبداللہ] محمد نے اپنے آپ کو علم کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ ان کے والد کے زمانے میں ان کے حلقے نے جو شہرت حاصل کر لی تھی، اس کو برقرار رکھا۔ محمد کے شاگردوں میں ابوبکر ابراہیم بن علی الذّھلی اور خود ان کے بیٹے محمد زیادہ مشہور ہوئے۔ محمد جو احادیث اپنے شیوخ سے سنتے تھے وہ احتیاط سے لکھ لیا کرتے تھے اور پھر یہ احادیث روایت کرتے تھے، ان کا انتقال غالبًا تیسری صدی ہجری کے وسط میں ہوا، صحیح تاریخ دست یاب نہیں ہے(۷۴)۔

۳۱۔ [ابوبکر] محمد بن محمد بن رجاء سندھی [اسفرائینی] (۲۰۶ھ-۲۸۶ھ)

رجاء سندھی کے پوتے محمد بن محمد کے متعلق حافظ ذھبی نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں ان کا جو مختصر تذکرہ قلم بند کیا ہے وہ یہاں نقل کیے جانے کے قابل ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں:

محمد بن محمد بن رجاء سندھی حافظ اور امام تھے۔ ان کا لقب ابوبکر اسفرائینی تھا۔ وہ صحیح بخاری [درست صحیح مسلم ہے: ع ح] کی ایک ''مستخرَج'' کے مصنف تھے۔ انہوں نے علمِ حدیث اسحاق بن راھویہ (م۲۴۸ھ)، احمد بن حنبل (م۲۴۱ھ)، علی بن المدینی (م۲۳۱ھ)، عبداللہ بن نمیر (م۱۹۹ھ) اور ابوبکر بن ابی شیبہ (م۲۳۵ھ) سے حاصل کیا۔ علمِ حدیث کی تلاش میں انہوں نے طویل سفر کیے۔ ابوعوانہ (م۳۱۰ھ)، ابو حامد [بن] الشرقی، محمد بن صالح بن ہانی، ابن الاحزم، ابوالنضر اور دیگر محدّثین نے ابوبکر کی سند سے احادیث روایت کی ہیں، الحاکم کا قول ہے کہ ابوبکر اپنے عہد کے محدّثین میں نہایت صادق [اور روایتِ حدیث میں رسوخ رکھنے والے اور سربرآوردہ راوی] تھے(۷۵)۔

محمد بن محمد کی سرگرمیاں صرف اسفرائین تک ہی محدود نہ تھیں۔ انہوں نے مکۂ معظّمہ میں بھی حدیث کا درس دیا، جہاں علمِ حدیث کے شائقین ان کو گھیرے رہتے تھے، ان میں ابوحاتم رازی (۲۷۷ھ) بھی شامل تھے۔ انہوں نے ۲۸۲ھ مطابق ۸۹۹ء میں ۸۰ برس کی عمر میں وفات پائی(۷۶)۔

۳۲۔ سہل بن عبدالرحمٰن سندھی [سندی بن عبدویہ، ابو الہیثم رازی] (م۲۲۵=۸۳۹ء)

سہل کو [ان کے مولی گھرانے] بنو ذُہل نے آزاد کر دیا تھا۔ وہ حدیث کے عالم تھے۔ انہوں نے زُہیر بن معاویہ (م۱۷۲ھ)، جریر بن حازم (م۱۷۰ھ)، [خالد بن مَیسرہ،] ابراہیم بن طہمان، ابو معشر، عمرو بن قیس......] اور دیگر محدثین سے احادیث روایت کی ہیں۔ سہل، ہمدان اور قزوین کے قاضی تھے۔ عمرو بن رافع [قَزوینی] (م۲۳۷ھ) اور محمد بن حماد طِہرانی (م۲۷۱ھ) ان کے شاگردوں میں سے تھے۔ سہل تیسری صدی ہجری کے اوائل تک بقیدِ حیات تھے(۷۷)۔

۳۳۔ [ابو نصر] فتح بن عبداللہ سندھی (۲۷۵ھ=۸۸۸ء)

فتح کا لقب ابو نصر تھا، وہ خاندانِ حسن بن الحکم کے آزاد کردہ تھے۔ فتح بن عبداللہ محدّث، فقیہ اور متکلّم تھے۔ فقہ اور کلام میں وہ ابو علی [محمد بن عبدالوہاب] ثقفی کے شاگرد تھے اور حدیث کا درس [حسن] بن سفیان النسوي (م۳۳۰ھ) اور دیگر محدثین سے لیا۔ اس دور کے لوگ ابو نصر سندھی کا کس

قدر احترام کرتے تھے؟ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب وہ پیدل چلتے تو ان کے مدّاحوں کا ایک انبوہ ان کے ساتھ چلنے لگتا(۷۸)۔

۳۴۔ احمد بن سندی [بن فروخ مطرِّز بغدادی] (م۲۷۵ھ=۸۸۸ء)

احمد، یعقوب بن ابراہیم دَورقی بغدادی (م۲۵۲ھ) کے مسترشد تھے، جو بخاری (م۲۵۶ھ) اور مسلم (م۲۶۲ھ) کے شیوخ میں سے تھے(۷۹)۔ احمد بغداد میں سکونت پذیر تھے مگر بصرہ میں بھی حدیث کا درس دیتے تھے۔ عبداللہ بن عدی جرجانی نے حدیث کی تعلیم انہی سے حاصل کی تھی۔ احمد کا ذریعۂ معاش سوزن کاری تھا، اس لیے المطرِّز (سوزن کار) مشہور ہوگئے تھے(۸۰)۔

۳۵۔ حُبیش بن سندی [القطیعی] (م۲۸۰ھ-۸۹۳ء)

امام احمد بن حنبل کے شاگرد تھے اور عبید بن محمد العیشی سے بھی حدیث کا درس لیا تھا۔ محمد بن مَخلد نے حُبیش سے احادیث روایت کی ہیں(۸۱)۔

۳۶۔ [ابو نصر] السندی بن اَبان [بغدادی] (م۲۸۱ھ=۸۹۴ء)

السندی بن ابان کی کنیت ابو نصر تھی، وہ بغداد کے ایک عالم خَلَف بن ہشام (م۲۲۷ھ) کے غلام تھے۔ ابو نصر سندھی کو علمِ حدیث سے دل چسپی تھی اور انہوں نے کوفہ کے ایک محدّث یحیٰی بن [عبدالحمید] حِمّانی سے حدیث کا علم حاصل کیا تھا۔ عبدالصمد بن علی طَستی نے ابو نصر سندھی سے حدیث کا درس لیا تھا۔ ابو نصر نے ماہ ذوالحجہ ۲۸۱ھ مطابق ۸۹۴ء میں وفات پائی(۸۲)۔

۳۷۔ ابوالفوارس احمد بن محمد بن [حسین الصابونی] السندی مصری [۳۴۹ھ]

احمد، جیسا کہ ان کی آبائی نسبت 'السندی' سے ظاہر ہوتا ہے، ایک سندھی غلام تھے۔ وہ ۲۴۴ھ میں مصر میں پیدا ہوئے۔ غالبًا ان کا تعلق صابن سازی کے کاروبار سے تھا، اس لیے وہ 'الصابونی' کے لقب سے مشہور ہوئے۔ احمد نے طویل عمر پائی اور ان کا انتقال ۱۰۵ سال کی عمر میں ۳۴۹ھ میں ہوا۔ [حافظ ذہبی نے انہیں "مُسنَد مصر" کہا ہے](۸۳)۔

۳۸۔ [ابوبکر] احمد بن سندی بن حسن بن بحر حدّاد [بغدادی] (م۳۵۹ھ)

احمد کا لقب ابوبکر حدّاد تھا کیوں کہ وہ بغداد کے ایک محلے [قطیعہ] بنی حدّاد میں رہتے تھے(۸۴)۔ انہوں نے حافظ موسیٰ بن ہارون (م۲۹۴ھ)، محمد بن عباس المؤدّب اور حسن بن علویہ

القطان سے علمِ حدیث حاصل کیا۔ احمد ایک ثقہ راویٔ حدیث تھے۔ دارقطنی نے م۳۸۵ھ) ان کو ثقہ تسلیم کیا ہے۔ ان کے شاگردوں میں مشہور محدّث ابونعیم اصفہانی بھی تھے۔ احمد ولی صفت انسان تھے اور ان کو ایسا بزرگ خیال کیا جاتا تھا جس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ انہوں نے ۳۵۹ھ=۹۶۹ء میں وفات پائی۔ احمد کے نام کے ساتھ سندھی کی نسبت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سندھی نژاد تھے(۸۵)۔

۳۹۔ [ابوالحسن] نصراللہ بن احمد بن [قاسم بن سیما] سندی [بغدادی](م۴۳۳ھ)

نصراللہ [کے والد ابوبکر احمد بن قاسم مشرقی بغداد کے محلّہ باب الازج میں کمیشن ایجنٹ آڑھتی تھے، اس لیے] نصراللہ ابن سندی [البَیّع] کے نام سے معروف ہوئے۔ نصراللہ نے ابوالقاسم بن سنبک کی سند سے احادیث روایت کیں۔ ان کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ وہ خطیب بغدادی (م۴۶۳ھ) کے شیخ تھے۔ خطیب نے نصراللہ سے احادیث نقل کی ہیں اور ان کو ''صَدوق'' قرار دیا ہے۔ نصراللہ نے ذوالقعدہ ۴۳۳ھ میں وفات پائی(۸۶)۔

برہان پور کے سندھی محدّثین

۴۰۔ شیخ طیّب سندھی [ٹھٹوی، برہان پوری] (۹۹۱ھ-۹۹۹ھ کے درمیان)

شیخ طیّب سندھ میں پیدا ہوئے اور یہیں پرورش پائی [آپ ٹھٹہ کے مشہور بزرگ مخدوم ہارون کے فرزند ہیں]۔ ابتدائی تعلیم مولانا یوسف سندھی سے حاصل کی، اس کے بعد احمد آباد میں عبدالاوّل حسینی (م ۹۶۸ھ) سے حدیث کا درس لیا۔ انہوں نے برار کے شہر ایلچ پور اور برہان پور میں پچاس برس تک [تفسیر 'مجمع البحار' کے مصنف مشہور محدّث شیخ طاہر بن یوسف سندھی ثم برہان پوری کی ہم نشینی میں] علمِ حدیث کی تعلیم دی اور دسویں صدی ہجری کے آخر میں وفات پائی(۸۷)۔ جمال الدین محدّث برہان پوری نے صحیح بخاری شروع سے آخر تک برہان پور میں شیخ طیّب سے پڑھی تھی(۸۸)۔

۴۱۔ شیخ طاہر بن یوسف[بن رکن الدین]سندھی برہان پوری (م۱۰۰۴ھ=۱۵۹۵ء)

شیخ طاہر [سندھ کے علاقے سیوستان (موجودہ سیوہن، ضلع دادو) کے شہر ''پاٹ''] میں پیدا ہوئے جسے صدیقی سہروردی خانوادے کا آباد کیا تھا۔ ابتدائی تعلیم [اپنے والد، مخدوم میران اور مخدوم جعفر بوبکانی سے حاصل کی۔ بعد میں] شیخ شہاب الدین سندھی سے بھی اکتسابِ فیض کیا۔ ۹۵۰ھ مطابق ۱۵۴۳ء میں وہ گجرات چلے گئے اور احمد آباد میں عبدالاوّل [بن علی] حسینی سے حدیث کا درس

لینے لگے۔ درسی نصاب مکمل کرنے کے بعد وہ تصوّف کی طرف مائل ہوگئے اور [ایلچ پور (ایرج پور) جا کر] مشہور ولی شیخ محمد غوث گوالیاری (م۹۷۰ھ) کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوگئے۔ [احمد پور کے حکمران مرتضی نظام الملک نے ایلچ پور پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ چنانچہ خان دیش کے حکمران کی دعوت پر شیخ طاہر] مولانا طیب کے ساتھ برہان پور چلے گئے(۸۹) اور وہیں سکونت اختیار کر لی اور ۱۰۰۴ھ-۱۵۹۵ء میں یہیں وفات پائی۔(۹۰)

تصانیف: [تفسیرِ قرآن اور تصوّف وطریقت کے موضوعات کے علاوہ فنِ حدیث میں درج ذیل تصانیف آپ کی یادگار ہیں]:

۱۔ **تلخیص شرح أسماء رجال البخاری للکرمانی:** یہ کرمانی کی "شرح أسماء رجال البخاری" کا خلاصہ ہے۔

۲۔ **ملتقَط جمع الجوامع:** یہ السیوطی کی **جمع الجوامع** کا انتخاب ہے۔

۳۔ **شرح البخاری:** یہ صحیح بخاری کی [۱۲ جلدوں پر مشتمل] شرح ہے، جو القسطلّانی کی **ارشاد الساری فی شرح صحیح البخاری** [کے اختصار] پر مبنی ہے۔

۴۔ **ریاض الصالحین:** یہ کتاب تین روضات [باغیچوں] پر مشتمل ہے۔ پہلا روضہ مستند احادیث کا انتخاب ہے اور دوسرا تصوف پر [نامور صوفیاء: شیخ عبدالقادر جیلانی، امام غزالی، ابو طالب مکی، شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ زین الدین خوافی اور شیخ علی المتقی کے] مقالات پر اور تیسرا ممتاز صوفیاء [شیخ ابن عربی، شیخ عین القضاۃ ہمدانی اور شیخ صدر الدین قونوی] کے ملفوظات پر مشتمل ہے(۹۱)۔

حواشی، حوالہ جات و تعلیقات

۱۔ محمد فؤاد عبدالباقی: مفتاح کنوز السنۃ، قاہرہ، مطبوعہ ۱۹۳۴ء، مقدمہ ص، ق؛ الفرقان، شاہ ولی اللہ نمبر، رائے بریلی، ۱۹۴۰ء، ص ۱۶۴-۲۲۲؛ مناظر احسن گیلانی، ہندوستان میں مسلمانوں کا نظامِ تعلیم و تربیت دہلی ۱۹۴۴ء، ج۱، ص ۱۰۶

۲۔ چچ نامہ ص ۸۷-۱۸۶؛ ایلیٹ، ہسٹری، ج ۱، ص ۱۳۴-۲۰۲

۳۔ بلاذری، فتوح البلدان، ص ۴۴۲؛ ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ج۴، ص ۲۸۲

۴۔ ذہبی، تجرید الاصول فی احادیث الرسول، ج۲، ص ۱۷۵

۵۔ ایضاً، ج۱، ص ۲۷۳

۶۔ ایضاً، ص۷۵

۷۔ عسقلانی، ابن حجر، تہذیب، ج ۱۱، ص ۵۵۔ ۲۵۴ ؛ عسقلانی، تقریب التہذیب، نول کشور پریس لکھنؤ، ص ۳۱۹۔ [قاضی اطہر مبارک پوری نے نقل کیا ہے کہ صحیح بخاری میں یزید بن ابی کبشہ کی کوئی روایت نہیں، البتہ ابراہیم السکسکی کی روایت موجود ہے: رجال السند والہند الی القرن السابع ۵۵۱/۲، دارالانصار قاہرہ، ۱۳۹۸ھ۔ع ح]

۸۔ صفی الدین، خلاصہ ص ۳۷۱ ؛ الجامع الصحیح، مصر، کتاب الجہاد، ص ۱۱۱ [رجال السند والہند ۵۵۱/۲، ۵۵۲]

۹۔ ایلیٹ، ہسٹری، ص ۱۳۲

۱۰۔ عسقلانی، تہذیب، حوالہ مذکور۔

۱۱۔ ایلیٹ، ہسٹری، ج۱، ص ۴۴۰

۱۲۔ ان کے ناموں کے لیے ملاحظہ ہو: ابن اثیر، تاریخ، ج۵، ص ۴۱

۱۳۔ بلاذری، فتوح، ۴۴۱۔ مرگاٹن، ص ۲۲۶

۱۴۔ ایضاً، ص ۴۳۴، مرگاٹن، ص ۲۱۳

۱۵۔ ایضاً، کتاب مذکور ؛ ابن اثیر، کتاب مذکور

۱۶۔ ذہبی، تجرید، ج۲، ص ۱۱۶

۱۷۔ عسقلانی، تہذیب التہذیب، ج۱، ص ۳۶۲

۱۸۔ ایضاً؛ عسقلانی، تقریب ص ۳۶۲

۱۹۔ صفی الدین، خلاصہ ص ۳۳۰

۲۰۔ ابن الندیم، کتاب الفہرست، مصر ۱۳۴۸ھ، ص ۳۱۶

۲۱۔ ایضاً، ص ۳۱۹

۲۲۔ ابن المقریٔ ایک بڑے محدث تھے: سمعانی: انساب، ۶۶۲۔ ب ۵۴۰

۲۳۔ خطیب، تاریخ بغداد، ج۳، ص ۲۹۳؛ سمعانی: انساب و ۲۳۷۔ الف؛ مقدسی: کتاب الانساب، تذکرہ الدیبلی؛ یاقوت حموی: معجم البلدان ج۲، ص ۶۳۸؛ عسقلانی: تہذیب، تذکرہ محمد بن ابراہیم؛ ابن العماد: شذرات الذہب، ج۲، ص ۲۹۵

۲۴۔ سمعانی، انساب، ۲۳۷ الف

۲۵۔ ''من الغرباء الرحّالة، المتقدمین فی طلب العلم، ومن الفقراء الزھّاد العبّاد''، سمعانی: حوالۂ مذکورہ

۲۶۔ سمعانی: انساب و ۳۸-۱۳۷

۲۷۔ ایضاً، ۱۵۸ الف

۲۸۔ ایضاً، ۲۳۷ الف

۲۹۔ ایضاً؛ [رجال السند والہند ۵۷/۱، ۵۸]

۳۰۔ سمعانی: انساب، ۲۳۷ الف [نزھۃ الخواطر میں تاریخ وفات ۳۴۵ھ درج ہے، جبکہ قاضی اطہر مبارک پوری نے ۳۵۴ھ بتائی ہے: ہندوستان میں عربوں کی حکومت ص ۱۶۳ اور رجال السند والہند ۲۲۵/۱۔ ع ح]

۳۱۔ ابن عساکر، التاریخ الکبیر، دمشق ۱۳۳۲ھ، ج ۴، ص ۵۶-۳۵۵ [قاضی اطہر مبارک پوری نے ان کا نام

ابو القاسم حسین بن محمد بن اسد دیبلی دمشقی بیان کیا ہے: ''ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں''، ص ۱۶۱، رجال السند والہند ا/۹۶۔ ع ح]

۳۲۔ خطیب: تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۳۳۳ ؛ انساب ج ۵، ص ۴۴۰۔ [عبداللہ الطرازی نے سمعانی کے حوالے سے ان کا نام ابوالحسن احمد بن محمد بن عمران بن الجندی بتایا ہے۔ سمعانی کے حوالے سے ان کی رائے ہے کہ سندھ میں روایتِ حدیث کا چرچا چوتھی صدی ہجری میں ہوا : موسوعة التاریخ الاسلامی والحضارة الاسلامیة لبلاد السند والبنجاب: جدة، عالم المعرفة ۱۹۸۳ء، ا/۵۰۴۔ عبدالحی حسنی نے بھی نام ابوالحسن...... ہی بتایا ہے: نزہۃ الخواطر ا/۹۷۔ قاضی اطہر مبارک پوری کہتے ہیں: [خلف بن محمد] دیبل سے بغداد گئے اور وہیں پر اپنے ہم وطن امام حدیث علی بن موسیٰ دیبلی سے حدیث کی روایت کی: ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، ص ۱۶۱، نیز: رجال السند والہند ا/ ۱۰۷: ''ویظهر بما أورده الخطیب، روایة الحدیث بالدیبل فی تلک الأیام''. ع ح]

۳۴،۳۳۔ خطیب: تاریخ بغداد، ج۵، ص ۱۴-۱۱۳

۳۵۔ ایضاً، ج۷، ص ۴-۳۰۳ ؛ ابن عساکر: التاریخ الکبیر، ج۴، ص ۱۵۹

۳۷،۳۶۔ خطیب: تاریخ بغداد، ج۱۲، ص ۸۲

۳۸۔ سمعانی: حوالہ مذکور ؛ معارف، ج۲۴ ش ۴ ص ۲۴۷

۳۹۔ سمعانی: انساب ۵۴۴ الف؛ ذہبی: میزان الاعتدال، ج۱، ص ۶۶؛ عسقلانی، لسان المیزان، ج۱، ص ۳۷۳

۴۰۔ عسقلانی: لسان، حوالہ مذکور [عبدالحی حسنی اور قاضی اطہر مبارک پوری نے صاحبِ ترجمہ کو''شہرِ منصورہ کا قاضی'' بتایا ہے، اور یہی قرینِ قیاس ہے۔ ع ح]۔

۴۱۔ مقدسی: کتاب الانساب ، ص ۴۸۱

۴۲۔ ابن ندیم: الفہرست، ص ۳۰۶

۴۳۔ مقدسی: حوالہ مذکور و سمعانی، حوالہ مذکور

۴۴۔ سمعانی: انساب و ۵۴۳ ب، ۵۴۴ الف [قرآن کے مستند قاریٔ اور مقریٔ تھے: ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں، ص ۱۵۸؛ رجال السند والہند ا/۱۶۵، ۱۶۶۔ ع ح]

۴۵۔ بکھری، میر محمد معصوم، تاریخِ سندھ ص ۲۰۲، عبدالحق محدث: اخبار الاخیار، ص ۲۶۵

۴۶۔ عبدالحق: اخبار الاخیار، ص ۲۶۴-۲۶۵

۴۷۔ عبدالحق: اخبار الاخیار، ص ۲۶۴-۲۶۵، بکھری، میر محمد معصوم، تاریخ سندھ، ص ۲۸۱ (اُردو ترجمہ) [نیز نزہۃ الخواطر ۴/۱۸۴]۔

۴۸۔ سِیَر اَعلام النبلاء، ج۳، ص ۹۳۸؛ معارف ج۲۲، ش ۵ ص ۳۳۸؛ معجم المطبوعات، قاہرہ ۱۹۲۸ء، ص ۱۰۵۶-۱۰۵۷ [نزہۃ الخواطر ۶/ ۷، ۸]

۴۹۔ عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر، ج ۶ ص ۳۰۹، ۳۱۰؛ صدیق حسن: اتحاف النبلاء، ص ۴۰۳-۴۰۴

[۵۰۔ بغدادی نے ان کی یہ تین مزید کتابیں ذکر کی ہیں: شرح الحکم الحدادیہ، شرح الحکم العطائیہ اور مختصر الزواجر لابن حجر مکی: ہدیۃ العارفین ۲/۳۲۷-ع ح]

۵۱۔ عبدالحی حسنی: نزہۃ الخواطر، ج۲، تذکرہ ابوالطیب سندھی

۵۲۔ [الشوکانی، محمد بن علی: البدر الطالع بمحاسن مَن بعد القرن السابع، دارالمعرفۃ بیروت، (ترجمۃ محمد عابدالسندی)؛ نزہۃ الخواطر ۷/۴۸۷-۴۹۱؛ الزِرکلی: الأعلام ۶/۱۷۹، ۱۸۰؛ سائد بکداش: محمد عابد السندی رئیس علماء المدینۃ المنورۃ في عصرہ، دارالبشائر الاسلامیۃ بیروت، ۱۴۲۳ھ۔ اضافہ از عبدالحی ابڑو]

۵۳۔ خطیب: تاریخ بغداد، ج۱۳، ص ۴۵۸

۵۴۔ خطیب: تاریخ بغداد، ص ۴۵۷

۵۵۔ ایضاً؛ عسقلانی: تہذیب، ص ۲۰-۴۱۹

۵۶۔ خطیب: تاریخ بغداد، ص ۴۵۸

۵۷۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام، ج، ا، ص ۱۰۰

۵۸۔ عسقلانی: تقریب التہذیب، ص ۳۷۲، اور تہذیب ص ۳۱۹

۵۹۔ صفی الدین: خلاصہ ص ۳۰۹ [خطیب بغدادی نے ابومعشر اور ان کے والد کی سند سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ذکر کی ہے: قال رسول اللہ ﷺ: ''کل مسکر خمر، و اِن اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام'': رجال السند والہند ۱/۲۲۸، ۲۲۹۔ ع ح]

۶۰۔ خطیب: تاریخ بغداد، ج۸، ص ۹۱۔ ذھبی: میزان، ج۱، ص ۲۵۶

۶۱۔ ایضاً، ص ۳۹۶

۶۲۔ خطیب: تاریخ بغداد، ج۱۳، ص ۴۳۶؛ سمعانی: انساب، ۵۳۷ الف

۶۳۔ خطیب: تاریخ بغداد، ج۸، ص ۳۲۸ ومابعد؛ عسقلانی: تہذیب، ج۳، ص ۱۵۲؛ ذہبی: میزان، ج۱، ص ۳۱۰

۶۴۔ ذہبی: تذکرۃ الحفاظ، ص ۵۹ [حافظ ابن حجر نے انہیں ثقۃ حافظ لکھا ہے: تقریب ۱/۳۶۳]

۶۵۔ ابن سعد: طبقات، ج۷، ج۲، ص ۹۲

۶۶۔ خطیب: تاریخ بغداد، حوالہ مذکور

۶۷۔ صفی الدین: خلاصہ ص ۹۰

۶۸۔ سمعانی: انساب و۳۱۴، الف، ۳۳۴ ب

۶۹، ۷۰۔ عسقلانی: تہذیب، ج۳، ص ۶۸-۳۶۷ اور تقریب ص ۱۲۳

۷۱۔ عسقلانی: تہذیب، مذکور

۷۲۔ ایضاً [خطیب بغدادی، حافظ محمد بن یعقوب کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''رجاء سندھی، ان کے بیٹے ابو عبداللہ اور پوتے ابوبکر؛ تینوں ثقہ اور پختہ راوی ہیں: ثلاثتھم ثقات أثبات''. رجال السند والہند ۱/۱۱۹، ۲۱۲ع ح]۔

۷۳،۷۴۔ خطیب: تاریخ بغداد، ج۵، ص ۷۷-۲۷۶؛ سمعانی: انساب، ۳۱۴ب [خطیب بغدادی نے ان کی سَند سے یہ حدیث بیان کی ہے: کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ. ع ح]۔

۷۵۔ ذہبی: تذکرۃ ج۲، ص ۳۱-۲۳۰ [مُستخرَج کا مطلب ہے: حدیث کی کسی کتاب (مثلاً صحیح مسلم) میں روایت کردہ تمام یا اکثر احادیث کو اس کے مصنف کی سند کے بجائے اپنی سند سے روایت کرنا۔ع ح]

۷۶۔ سمعانی: انساب، ۲۳۵ب

۷۷، ۷۸۔ سمعانی: انساب ۳۱۴ب

۷۹۔ خطیب: تاریخ بغداد، ج۱۱۴ ص ۲۷۷

۸۰۔ ایضاً، ج۴، ص ۱۸۷

۸۱۔ ذہبی: میزان، تذکرہ، محمد بن مخلد ؛ خطیب: تاریخ بغداد، ج۸، ص ۲۸۲

۸۲۔ ایضاً، ج۹، ص ۲۳۴

۸۳۔ ذہبی: میزان، ج۱، ص ۱۷۱؛ عسقلانی: لسان، ج۱، ص ۲۹۶؛ سیوطی، حُسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاہرہ: قاہرہ ۱۳۲۱ھ، ج ۱، ص ۱۷۲ ؛ ابن العماد: شذرات ج۲، ص ۳۸۰ [میزان الاعتدال میں حافظ ابن حجر نے ابن عدی کے حوالے سے ابو الفوارس سندھی کی سند والی یہ روایت ذکر کی ہے کہ ''اہلِ جنت کی اکثریت ایسے لوگوں پر مشتمل ہوگی جنہیں دنیا والے دیوانے سمجھتے ہوں گے: أكثر أهل الجنة البُله''. ع ح]

۸۴۔ سمعانی: انساب و، ۱۲۴، الف، ۳۳۴ ب ؛ خطیب: تاریخ بغداد، ج۴، ص ۱۸۷ [ابن اثیر نے اللباب میں نسبت "الجداری" لکھی ہے اور کہا ہے کہ یہ بغداد کے ایک محلّہ ''قطیعہ بنی جدار'' کے حوالے سے ہے: بحوالہ ''رجال السند والہند'' ۱/۵۴ ع ح]

۸۵۔ خطیب: تاریخ بغداد ج۴، ص ۱۸۷

۸۶۔ خطیب: تاریخ، ج۱۱۳ ص ۳۰۲ [خطیب بغدادی نے ان سے ایک روایت یہ نقل کی ہے کہ ایک صحابی طلق بن علیؓ کہتے ہیں: ''مجھے حضور اکرم ﷺ کی مجلس میں بچھو نے کاٹ لیا، آنحضور ﷺ نے مجھے دم فرمایا اور اس جگہ پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا''۔ع ح]

۸۷۔ عبدالحی حسنی: نزھۃ الخواطر، ج۴، تذکرہ مولانا طیب سندھی بحوالہ گلزار ابرار

۸۸۔ ایضاً

۸۹۔ عبدالحی حسنی: نزھۃ الخواطر، ج۴، تذکرہ طیب سندھی

۹۰۔ ایضاً، تذکرۂ طاہر بن یوسف سندھی؛ گلزار ابرار

۹۱۔ عبدالحی حسنی، نزھۃ الخواطر، حوالہ مذکور ج ۵ ص ۲۰۲، [برہان پور کے سندھی اولیاء، ص ۱-۱۴ ؛ تذکرۂ مشاہیرِ سندھ (سندھی)، مولانا دین محمد وفائی، سندھی ادبی بورڈ حیدرآباد، ۱۹۸۵ء ، ج ۱، ص ۱۰۲-۱۰۶]

[تصریح: مقالہ نگار کے مقالے میں جو تصحیحات و اضافات کیے گئے ہیں، (زبان و بیان کی تبدیلیوں کے سوا) وہ قوسین ''[ ]'' میں درج کیے گئے ہیں]